دار الافتاء

مولانا عزیز زبیدی

ولی کے بغیر نکاح؟

صوبیدار شیر علی الرحیمی گلگت سے لکھتے ہیں:

مکرمی و محترمی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید واثق ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ اما بعد، راقم ایک ذہنی پریشانی میں مبتلا ہے۔ یہاں گلگت و بلتستان میں کوئی ایسا مستند موحد عالم دین نہیں، جس سے مسئلہ پوچھ سکوں۔ لہٰذا یہ الجھن آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ جواب باصواب سے ضرور مطلع فرمائیں گے! میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر مسئلہ کی صحیح صورت تحریر کر رہا ہوں۔

میں فوج میں بحیثیت صوبیدار ملازمت کر رہا ہوں۔ اور نوکری کا بیسواں سال چل رہا ہے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران سائل کے گاؤں مع آبادی پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہوا۔ لہٰذا والدین، بیوی بچے، بھائی بہن الغرض سبھی رشتہ دار اسی گاؤں میں رہ گئے اور اب بھی بفضل خدا زندہ ہیں جن سے خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔

میں کوشش کر رہا تھا کہ بیوی اور بچی کو پاکستان لے آؤں۔ اس کے لیے دونوں حکومتوں سے درخواست بھی کی۔ لیکن پچھلے دو سال سے میری اہلیہ اور بھائی عبدالکریم کی جانب سے لگاتار خطوط پہنچے کہ بیوی کو طلاق دے دوں۔ نیز یہ کہ والدین اور سسرال والوں کی جانب سے بھی طلاق کی گزارش ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے والدین اور بھائی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ میرا طلاق نامہ ابھی گھر میں پہنچا نہیں تھا کہ محلہ میں افواہ پھیل گئی، عبدالکریم (چھوٹا بھائی) بڑے بھائی سے طلاق حاصل کرنے کے بعد اس کی مطلقہ سے شادی کرنے والا ہے۔ لہٰذا

میرے والد نے مجھے خط لکھا کہ طلاق فی الحال مت بھیجو، کیونکہ تمہارے بھائی عبدالکریم کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اُدھر اُن کو میرا طلاق نامہ مل گیا۔

جب والد صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ عبدالکریم میری مطلقہ بیوی سے شادی کرنے والا ہے۔ تو والد صاحب نے گاؤں کے نمبردار کے ذریعہ میرے بھائی کو یہ پیغام بھیجا کہ ایسی شادی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ تم نے اپنی بھابی سے ساز باز کر کے طلاق لی ہے۔ لیکن بھائی عبدالکریم نے والدین کی مرضی اور اجازت کے بغیر نکاح پڑھوا لیا۔ نکاح کے موقع پر نہ میرے والدین اور رشتہ دار شامل ہوتے اور نہ میری بیوی کے والدین، بھائی اور چچا میں سے کوئی بطور ولی یا گواہ شامل ہوا۔ نکاح کے دونوں گواہ بھی تارک الصلوٰۃ ہیں اور عادل نہیں۔

لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اس شادی کی شرعی نوعیت کے بارے میں فتویٰ صادر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب:

والد کے خط ملنے پر عدت کے اندر اندر آپ نے اگر رجوع کر لیا اور ان کو اپنے فیصلہ کی اطلاع کر دی تھی تو دوسرا نکاح جائز ہی نہیں ہو گا، وہ آپ کے نکاح میں تصور کی جائے گی ورنہ ان کا نکاح جائز ہو گا۔ اسی طرح اگر والدین کی موجودگی میں ان کی مرضی کے برعکس اس نے دوسرے سے نکاح کر لیا ہے تو بھی وہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ" (عن عائشہؓ)

پہلی صورت تو بالکل متفق علیہ ہے، رہی دوسری صورت (ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا) سو امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کا یہی مذہب ہے، رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ، حسن بصریؒ، قاضی شریحؒ امام نخعیؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں، امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ، امام ابن مبارکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (ترمذی باب ماجاء لا نکاح الا بولی) اسکے باوجود اگر نکاح کر لیا گیا ہے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے اور مہر مثل وصول کر لی جائے۔ ہٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب!

(عزیز زبیدی۔ ۱۰ محرم ۱۴۰۵ھ)